چھٹا مرثیہ عنوان اُردو

مطلع : جب ضیا بار ہوا مہرِ جہانِ اُردو

بند: ۸۸

تصنیف:۱۹۹۶ء

حُسینؑ مطلعِ دیں ہیں ، حُسینؑ مَقطعِ دیں
اَدَب نے بھی تو اَدَب سے کہا حُسینؑ حُسینؑ
ہر ایک صِنفِ سُخَن میں ہے کربلا موجود
سَلَام ، نَوحہ ، غَزَل ، مَرثیہ حُسینؑ حُسینؑ

۱

جب ضیا بار ہوا مہرِ جہانِ اردو
ہر طرف پھیل گیا نام و نشانِ اردو
زمزمہ سنج ہوئے مرتبہ دانِ اردو
پھول برسانے لگے نطق و بیانِ اردو
حُسنِ اوصاف زمانے پہ عیاں کرنے لگے
حق ریاضت کا ادا اہلِ زباں کرنے لگے

۲

اس ریاضت سے کُھلے اور بھی جوہر اس کے
نظم کی بحروں میں بہتے ہیں سمندر اس کے
ہر سمندر کے شناور ہیں سخن ور اس کے
ہر جگہ اب تو زمانے میں بنے گھر اس کے
سب سے کم عمر ہے لیکن یہ جواں سال بھی ہے
دولتِ لفظ و معانی سے خوش اقبال بھی ہے

۳

فعل بھاشا سے لیے ، نام لیا تُرکی سے
فارسی سے لیں تراکیب ، مثل ہندی سے
اصطلاحات لیں سائینس کی انگریزی سے
کہیں سندھی سے لیا ، کچھ کہیں پنجابی سے
کام سب ہی سے ضرورت کے لیے ہیں اس نے
جام ہر دیس کی صہبا کے پیے ہیں اس نے

۴

اس کے حلقہ میں عرب اور عجم شامل ہیں
دیر والے ہی نہیں اہلِ حرم شامل ہیں
اہلِ فن ، اہلِ نظر ، اہلِ قلم شامل ہیں
اور سب ایک طرف ، دیکھیے ہم شامل ہیں
یہ جو کچھ سلسلۂ شعر و سخن رکھا ہے
کچھ تو ہم نے بھی بزرگوں کا چلن رکھا ہے

۵

شاعری حضرتِ خسرو کے زمانے سے چلی
پہلی تصنیف نے اردو کی اشاعت پائی
مرثیہ گوئی کی بنیاد دکن ہی میں پڑی
گولکنڈہ کا وہ باذوق جو حاکم تھا قُلی
مرثیہ پہلا کہا جس نے ، وہ شاعر تھا وُہی
شعر اک لاکھ لکھے جس نے وہ ماہر تھا وہی

٦

ابتدا مرثیہ گوئی کی دکن میں جو ہوئی
تھی جو مظلوم کی ہمدرد وہ آواز اُٹھی
ابتدائی تھا جو یہ دور ، تو مشکل تھی کڑی
اس زمانے کی غزل بھی کوئی ایسی تو نہ تھی
شعر معیار نہ تھا ، رسمِ عزا ہوتی تھی
مجلسوں میں پڑھے جاتے تھے ، بُکا ہوتی تھی

۷

مرثیے شاہوں کے لکھے گئے بہرِ اُجرت
آج کے دور میں ان کی ہے بھلا کیا وقعت
مرثیہ بن گیا موصوف کی لوحِ تربت
رفعتِ عقل کو پستی سے بھلا کیا نسبت
عہدِ جمہور نے شاہی کا بھرم توڑ دیا
خونِ مظلوم نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا

۸

ہوتا تھا اپنے پرائے کی جُدائی کا جو غم
مرثیہ اہلِ عرب بھی کیا کرتے تھے رقم
کربلا والوں کے حق میں جو رُکا اُن کا قلم
مرثیہ پا نہ سکا مقصدِ اولیٰ کا حشم
مرثیہ کو شرفِ ذکرِ مُہذّب نہ مِلا
مرثیہ جس کا تھا حق دار، وہ منصب نہ ملا

۹

آلِ سفیان کی شاہی میں یہ ممکن بھی نہ تھا
شعرا لکھ نہ سکے مرثیۂ کرب و بلا
مِدحتِ آلِ محمدؐ پہ تھی قدغن گویا
وہی کہتا تھا جو مومن ہو فرزدق جیسا
مُنہ پہ حاکم کے پڑھا حق کا قصیدہ جس نے
حج کے مجمع میں کیا، جھوٹ کو رسوا جس نے

۱۰

مرثیہ اپنے تعارف کا نہیں تھا محتاج
لے نہ سکتا تھا مگر سارے زمانے سے خراج
اپنی مسموع صفت صنف کی رکھنی تھی جو لاج
رہا سرگشتۂ موضوع کہ پائے معراج
ظلم کے مدِ مقابل تھا جو اقدامِ حسینؑ
مرثیہ لے کے چلا دوش پہ پیغامِ حسینؑ

۱۱

جیسی مطلوب تھی ، مل ہی گئی ویسی سرکار
ساری دنیا میں کہاں تھی کوئی ایسی سرکار
کیسے ممدوح ملے ، پائی ہے کیسی سرکار
مرثیہ خود بھی تو ویسا ہو کہ جیسی سرکار
کربلا کے جو شہیدوں کا بیاں ہونے لگا
مرثیہ مقصدِ اعلیٰ پہ عیاں ہونے لگا

۱۲

آبرو ، عاصی ، مسکین و گدا نے کیا کام
نصب دلی میں کیے مرثیہ گوئی کے خیام
فضلِ مولا سے ہوا فضلی کو حاصل وہ مقام
لکھی کربل کی کتھا جس سے کہ باقی رہا نام
مرثیہ ایک سکندر نے مُقدّس لکھا
شش جہت میں ہوا مقبول مُسدّس لکھا

۱۳

میر و سودا ہوئے راغب وہ تھا اندازِ کلام
اک امانی کہ ہوئے مرثیہ گوئی کے امام
تھی ضرورت کہ ہو معیار کا کوئی اقدام
نیک نیّت سے جو باندھے کوئی شاعر احرام
سرِ تہذیبِ سخن اور کوئی کیا ٹھہرے
مجتہد مرثیے کے حضرت سودا ٹھہرے

۱۴

ہاشم و باقر و آگاہ و عُلا و افضل
سب کے افکارِ جمیلہ سے بڑھا حُسنِ عمل
مرثیے کی جو دکھن نے رکھی خشتِ اوّل
لکھنؤ والوں نے تعمیر کیا تاج محل
تنگ راہوں سے نکل رَہ‌روِ منہاج ہوا
رفرفِ فکرِ رسا ، عازمِ معراج ہوا

۱۵

سندھ و پنجاب کی آغوش میں چلنا سیکھا
دکھنیوں میں یہ رہی خیر سے بچپن گذرا
تربیت دلی میں پائی تو لڑکپن نکھرا
لکھنؤ پہنچی تو تہذیب ، سلیقہ آیا
اور بھی نکھری نئی رُت جو سُہانی آئی
چشمِ بددور کہ اب اس پہ جوانی آئی

۱۶

اس جوانی کو ملا چاہنے والوں کا ہجوم
اتنے دل نذر ہوئے مچ گئی آفاق میں دھوم
اس سے آ آ کے لپٹنے لگے دنیا کے علوم
بزمِ اردو تھی کہ افلاک پہ جس طرح نجوم
ختم ہوتی نہ نبوّت تو صحیفہ آتا
وحی اردو میں لیے کوئی فرشتہ آتا

۱۷

دیکھتے دیکھتے ذی‌شان بنی ہے اردو
کھیت وہ بوئے کہ کھلیان بنی ہے اردو
کتنے افراد کی پہچان بنی ہے اردو
صرف پہچان نہیں ، جان بنی ہے اردو
سب زبانوں سے ملی حرف و بیاں میں پہنچی
ایک لشکر سے اٹھی ، سارے جہاں میں پہنچی

۱۸

سب ہی اِس کے ہیں ، تو یہ بھی تو کسی کی ہوگی
پھول کی گر نہیں ہوگی ، تو کلی کی ہوگی
غم کے احساس میں ساعت میں خوشی کی ہوگی
سب ہی تو چاہنے والے ہیں ، سبھی کی ہوگی
اس کا حلقہ ہے جہاں جھومتے قوّال بھی ہیں
اس کے ناموس میں حالؔی بھی ہیں ، اقبالؔ بھی ہیں

۱۹

سب سے خوش ہو کے یہ ملتی ہے خوش اخلاق ایسی
دل بھی سب ہی سے طلب کرتی ہے مُشتاق ایسی
خوبیاں اس میں سمٹ آئی ہیں عشّاق ایسی
جُفت دنیا میں نہیں جس کا کہیں طاق ایسی
لفظ متروک ہیں کم جن کو یہ رَد کرتی ہے
نئے الفاظ و معانی میں مدد کرتی ہے

۲۰

دلنشیں لفظ ہیں ، شیریں لب و لہجہ اس کا
کسی تحریر سے کم تَر نہیں انشا اس کا
حرکت میں برکت ہوتی ہے کہنا اس کا
حرف ساکت نہیں ہوتا کبھی پہلا اس کا
زندگی کی ہے علامت یہی حرکت اس کی
معنوی صرف و تصرف میں ہے وسعت اس کی

۲۱

ایسا انشاء کہ لطافت کو کوئی کیا پہنچے
استعاروں کی بلاغت کو کوئی کیا پہنچے
نثرپاروں کی سلاست کو کوئی کیا پہنچے
اس کے شعروں کی فصاحت کو کوئی کیا پہنچے
کہیں تلمیح ہے ، تجنیس ہے ، تشبیہیں ہیں
کہیں تشبیب ہے ، تاریخ ہے ، تضمینیں ہیں

۲۲

خطِ تحریر کو دیکھو تو بڑا نستعلیق
دائرے حرفوں کے صورت گرِ افکارِ عمیق
ہر قلم‌کار کی تخلیق ہے حسبِ توفیق
شوشے الفاظ میں ہیں جیسے تراشیدہ عقیق
حرف پینتیس[۳۵] ہیں کُل جن سے یہ گُل‌کاری ہے
صادقین آج نہیں پھر بھی عمل‌داری ہے

۲۳

الف اردو میں ہے اللہ کا ایماں کی طرح
ب سے بارش ہے کسی رحمتِ باراں کی طرح
پ سے ہیں پنج تنِ پاک ، رگِ جاں کی طرح
ت سے تقدیس ہے تسبیح شماراں کی طرح
ٹ سے ٹوٹے ہوئے الفاظ بھی نازاں اس کے
ث سے ثابت ہے کہ سب ہی ہیں ثنا خواں اس کے

۲۴

ج سے جامۂ ہستی جَسَدِ جاں کی طرح
چ سے ہے چاہ کسی چاہِ زنخداں کی طرح
ح سے حوّا ، بنی آدم کے لیے ماں کی طرح
خ سے خط ہائے عبارت خطِ ریحاں کی طرح
د سے درک ہو خود لوگ دبستاں بن جائیں
ڈ سے ڈرتے نہ ہوں، ڈھنگ کے انساں بن جائیں

۲۵

ذ سے ذہن و ذکا ، قوتِ پنہاں کی طرح
ر سے رشحاتِ قلم ، نظمِ بہاراں کی طرح
ڑ تو بس ڑ ہے کسی بے سر و ساماں کی طرح
ز سے ہیں زیر و زبر ، پیشِ زباں داں کی طرح
ژاژ خا ژ سے کہ ژولیدہ بیاں ہوتا ہے
س سے سانجھ سویرے کا سماں ہوتا ہے

۲۶

ش شبّیر کا ہے شاہِ شہیداں کی طرح
ص سے صاد ہے اک سورے کے عنواں کی طرح
ض سے ضیق میں دم ضعفِ ضعیفاں کی طرح
ط ہے طُرّۂ دستار فقیہاں کی طرح
ظ سے ظلم ہے ظاہر ، ابوسفیاں کی قسم
ع سے عشقِ علیؑ ، بوذرؓ و سلمانؑ کی قسم

۲۷

غ سے غیبتِ کُبریٰ ، شبِ ہجراں کی طرح
ف سے ہے فارسی سعدی کی گلستاں کی طرح
ق سے چاروں ہیں قُل ، قالبِ قرآں کی طرح
ک سے کافِ کرم ، کارِ کریماں کی طرح
گافِ گُستاخ کو گفتارِ گریزاں کہیے
ل ، لَاحول وَلَا برسرِ شیطاں کہیے

۲۸

م سے ماہِ دو ہفتہ مہِ شعباں کی طرح
ن سے نعتِ نبیؐ نظمِ نفیساں کی طرح
و ، واسوخت میں ہے سوختہ ساماں کی طرح
ہ سے ہجرت ہے ، کسی صورتِ امکاں کی طرح
ی سے یوسفؑ ہیں جنہیں یوسفِ کنعاں کہیے
یائے مجہول کو اک کُلبۂ احزاں کہیے

۲۹

خوب سے خوب ہے ، ہر عیب سے عاری اردو
صورتِ حُسنِ بیاں ، رحمتِ باری اردو
ساری دنیا میں زبانوں پہ ہے جاری اردو
ہم ہیں اردو کے تو بےشک ہے ہماری اردو
ہے خبر سب کو کہ ہیں اور ہی خوبو والے
فخر ہے ہم کو کہ کہلاتے ہیں اردو والے

۳۰

سب سماجوں سے سماج اپنا الگ ہوتا ہے
کل الگ ہوتا ہے ، آج اپنا الگ ہوتا ہے
ہر زمانے میں رواج اپنا الگ ہوتا ہے
اہلِ اردو ہیں مزاج اپنا الگ ہوتا ہے
قد و قامت سے کہیں کم نہیں ہونے پاتے
منفرد رہتے ہیں ہم ، ضم نہیں ہونے پاتے

۳۱

ایمن و اشرف و ایجاد و اثر ، افسردہ
افسر و اوج و امانی و ادیب و اعلیٰ
اُنس و اشک و اسد و اختر و ابنِ انشا
اَبد و اَطہر و اقبال و ارم ، آلِ رضا
آصف و آتش و آشفتہ اسیر اس کے ہیں
آرزو ، احسن و آزردہ ، امیر اس کے ہیں

۳۲

باقر و بیخود و بیدار و بقا بزم و بصیر
بیدل و برہمن و بیدم و باقی و بشیر
تقی و تابش و تنہا و تعشق ، تاثیر
درد و داغ و دل و دیوانہ و دلگیر و دبیر
شاہد و شیفتہ و شوخ و شباب اس کے ہیں
شورش و شوکت و شاداں و شہاب اس کے ہیں

۳۳

ذکی و ذوق و ظفر ، ضاحک و ذوقی و ضمیر
زاہد و ذاکر و زیدی و ذکا ، زہرہ ، ظہیر
قلی و قدرت و قائم ، قلق و قدر و قدیر
وحشت و وجد و وفا واقف و وحشی و وزیر
جرأت و جان و جلال و جگر و جوش اس کے
ہادی و ہجر و ہلال و ہوس و ہوش اس کے

۳۴

مونس و ماہر و مجروح و محب مہر و منیر
محشر و محتشم و مضطر و ممنون و مشیر
نادم و نادر و نیرنگ و نظامی و نظیر
ناصر و نظم و نوا ، نصرتی و نوح و نصیر
فانی و فیض و فغاں فاخر و فرماں اِس کے
یکتا ، یکرنگ ، یقیں ، یاور و یزداں اِس کے

۳۵

راسخ و راقم و رنگین و روش ، رشک و رئیس
سوز و سجاد و سلیمان و سخن ، سیف و سلیس
ناطق و ناظم و ناسخ ، نظر و نجم و نفیس
آسی و افضل و انشا و ادب ، انس و انیس
خسروِ کِشور اردو تو انیس آج بھی ہیں
سب ہیں انیس مگر یہ ہیں کہ بیں آج بھی ہیں

۳۶

ان کو تسلیم کیا سب نے ، مُسَلَّم اتنے
سامنے ان کے کھلیں ، لفظ کے مَحرم اتنے
عظمت ان سے سخن کی ہے معظم اتنے
ان کے اشعار حَکم بنتے ہیں محکم اتنے
صحت و حسن کے معیار کی حد ہوتا ہے
جو نکلتا ہے قلم سے ، وہ سند ہوتا ہے

۳۷

آب لفظوں کی تو مصرعوں کی روانی دیکھو
اک روانی ہی نہیں ، سیلِ معانی دیکھو
نفسِ مضموں پہ بھی اس کی ہمہ دانی دیکھو
ذکرِ شبیرؑ میں اعجاز بیانی دیکھو
بوترابی تھا ، ملی خاک سے رفعت اس کو
صاحبِ قولِ سلونی سے تھی نسبت اس کو

۳۸

قندِ شیریں دہناں جس کی سلاست ، وہ سلیس
سخنِ عرش مکاں جس کی ریاست ، وہ رئیسؔ
مطلعِ لطف زباں جس کی نفاست ، وہ نفیسؔ
مقطعِ حُسنِ بیاں جس کی بلاغت ، وہ انیسؔ
جس کے ہر حرف میں حکمت ہے، حکیم ایسا ہے
حاجتِ طور نہیں جس کو ، کلیم ایسا ہے

۳۹

گوہرِ نطق برستا ہوا آبِ نسیاں
وہ سلاست ، وہ روانی کہ ہو دریا کا گماں
آبِ کوثر سے وہ دھوئی ہوئی پاکیزہ زباں
دین ہے اس کی فصاحت ، تو بلاغت ایماں
ادب و شعر میں قرآن کی صورت ہے انیسؔ
مذہبِ مرثیہ گوئی کی شریعت ہے انیسؔ

۴۰

بات اب طول کی ہے جو ذرا طولانی ہے
رزمیہ نظموں میں شعروں کی فراوانی ہے
توسنِ وقت کی رفتار تو طوفانی ہے
تنگیٔ وقت کے احساس میں آسانی ہے
کاوشِ طول تو بےسود ہوا کرتی ہے
فرصتِ وقت تو محدود ہوا کرتی ہے

۴۱

طول نظموں میں ہے ایسا کہ کوئی حد ، نہ شمار
رام چندر کی کتھا دیکھو ہیں کتنے اشعار
ضرب دو ، چار سو اَسّی کو جو دس سے دس بار
ایلیڈ میں بھی ہیں اشعار کوئی سولہ ہزار
طول اس درجہ سرا سر ہو ، یہ اچھّا کب ہے
لمحہ ہفتہ کے برابر ہو ، یہ اچھّا تب ہے

۴۲

اس لیے مرثیہ گویوں نے نکالی یہ سبیل
مرثیہ میں رہے جتنی بھی ہو ممکن تفصیل
وقت مجلس کا مناسب ہو بہ امر تسہیل
سر بسر حُسنِ سماعت ہو سماعت کی دلیل
کیفیت بزم کی بے چینی میں تبدیل نہ ہو
مرثیہ ہو ، کسی عیّار کی زنبیل نہ ہو

۴۳

طول رکھنا تھا مناسب تو ہیں محدود اشعار
پھر بھی ہر مرثیہ ایپک (EPIC) کا ہے اعلیٰ شہہ کار
کربلا پوری کوئی نظم جو کرتا فن کار
شعر اس کے لیے کافی تھے فقط چند ہزار
مرثیہ گویوں نے لکھے ہیں ہزاروں اشعار
ایسے شاعر بھی تھے جو کہہ گئے لاکھوں اشعار

۴۴

ایک ہی نظم میں ہوتے جو مسلسل اشعار
بیسیوں عشروں میں ہوتا انہیں پڑھنا دشوار
آج تک مرثیہ خوانی کا جو باقی ہے وقار
ہے فقط حُسنِ توازن کی بدولت یہ بہار
ہو جو مطلوبِ سماعت ، وہ سخن اچھا ہے
سب سے جو دادِ ہُنر لے ، وہی فن اچھا ہے

۴۵

سنتے ہیں مرثیہ لکھا گیا ایسا بھی طویل
ایک ہزار آٹھ سو بندوں میں تھی جس کی تکمیل
سب شہیدوں کے کمالات کی اعلیٰ تمثیل
لیکن افسوس نہیں اب کہیں ممکن تحصیل
ہیں ضمیر آج نہ اُن کی یہ ریاضت باقی
رہ گئی ہے تو فقط ایک حکایت باقی

۴۶

مرثیہ گوئی کا اعزازِ تحیّر تھے ضمیرؔ
وہ مفکّر تھے کہ پندارِ تفکّر تھے ضمیرؔ
مرثیہ خوانی میں ایجادِ تغیّر تھے ضمیرؔ
تحت میں پڑھنے کا آہنگِ تدبّر تھے ضمیرؔ
مرثیے کو دیے وہ حسن و جمالِ تمثیل
مرثیہ ہو گیا ہم دوشِ کمالِ تمثیل

۴۷

اک نئی طرزِ ادا مرثیہ خوانوں کو ملی
اک وہی عہد نہیں ، سارے زمانوں کو ملی
ایک مرغوب صدا درد بیانوں کو ملی
گویا اک تازہ ہوا بند مکانوں کو ملی
نطق نے ایک نئی طرح کی کی قرأت پائی
مرثیہ خوانی کے آہنگ نے وسعت پائی

۴۸

وہی تاریخ کے کردار ، کہانی ہے وہی
عمر گزری ہے مگر اس پہ جوانی ہے وہی
مرثیہ خواں کی روش اب بھی پرانی ہے وہی
اک صدی بیت چکی ، مرثیہ خوانی ہے وہی
عجب انداز کا اک طرزِ بیاں ہے گویا
یعنی محرابِ سخن کی یہ اذاں ہے گویا

۴۹

داستاں ہی نہیں ہوتی ، تو بیاں کیا ہوتی
مسجدیں ہی نہیں ہوتیں تو اذاں کیا ہوتی
جسم تعمیر نہ ہوتے ، تو یہ جاں کیا ہوتی
اردو والے ہی نہ ہوتے تو زُباں کیا ہوتی
دم قدم ہے یہ ہمارا ہی کہ دم اِس کا ہے
ساری دنیا کی زبانوں میں بھرم اس کا ہے

۵۰

ہے انگوٹھی میں تمدّن کی زَبر جَد کی طرح
پس خیال اس کا رکھو دَیر میں معبد کی طرح
بعد ایمان کے کافِر نہ ہو مُرتد کی طرح
یاد ابجد بھی رکھو اپنے اب و جد کی طرح
مستقل غیر کی بو باس میں بس جاؤ گے
اس کو چھوڑا تو تشخّص کو ترس جاؤ گے

۵۱

اہل غیرت کی زباں ہے ، تو ہے غیرت اس میں
شرم اس میں ہے ، لحاظ اس میں ، مروّت اس میں
بُردباری ہے ، شرافت ہے ، متانت اس میں
شدتِ مہر و محبت کی حرارت اس میں
ترکِ واجب کی طرح اس کا بھی کفّارہ ہے
یہ زُباں ہی نہیں ، تہذیب کا گہوارہ ہے

۵۲

اپنی محفل میں اسی شمع کو روشن رکھو
خوش نصیبی ہے سدا اس کو سُہاگن رکھو
ٹیکہ ماتھے پہ رکھو ، ہاتھ میں کنگن رکھو
لالی ہونٹوں پہ رکھو ، پنڈے پہ ابٹن رکھو
چاہنے والوں کی تقدیؔر بنادیتی ہے
مومؔن و مصحفؔی و میؔر بنادیتی ہے

۵۳

روح کا ہے ، نہ کہیں روح کے قالب کا جواب
حُسنِ الفاظ کا ہے اور نہ مطالب کا جواب
نہ تو مطلوب کا ہے اور نہ طالب کا جواب
میؔر کا ہے ، نہ کہیں اور ، نہ غالبؔ کا جواب
میؔر تو میؔر ہیں ، ارباب ادب پر غالبؔ
یہ اسد سے ہوئے غالبؔ تو ہیں سب پر غالب

۵۴

سیلِ اردوئے مُعلّٰی ہے کہ غالب کے خطوط
ڈیڑھ سو سال سے ویسے ہی ہیں ایسے مضبوط
گفتگو جیسے مُخاطب سے ہو ، اتنے مربوط
ان کے ہونے سے ہُوا ، طرزِ تکلّف کا سُقوط
یہ تصنّع کو محاکات بنا دیتے ہیں
خط کو یہ نصف ملاقات بنا دیتے ہیں

۵۵

حمد کرتی ہے یہ رب کی کہ ہے یکتا و اَحَد
جس کی تفہیم سے عاجز ہے زمانے کی خِرد
نعمتیں جس کی ہیں اتنی کہ شمار اور نہ حد
جس کا کوئی نہ ازل ہے ، نہ کوئی جس کا اَبَد
خالقِ دہر ہے وہ سارا نمود اُس کا ہے
جو عدم سے نہیں آیا ، وہ وجود اُس کا ہے

۵٦

کی مسلماں کی طرح خدمت اسلام اس نے
اسی میخانے سے بھر بھر کے پیے جام اس نے
نعت بس مدحِ پیمبر کو دیا نام اس نے
اور ممتاز ہوئی جب یہ کیا کام اس نے
کم جہاں سلسلۂ مدح و ثنا پاتی ہے
نعتیہ شعر یہ غزلوں میں بھی لکھواتی ہے

۵۷

کہیں عاجز نہیں تحریروں ، نہ تقریروں میں
ترجموں میں ، نہ صحیفوں کے ، نہ تفسیروں میں
اصطلاحات ، نہ قانون کی تعزیروں میں
کہیں بے بس نہیں خوابوں میں ، نہ تعبیروں میں
نعت گوئی کا مگر جب بھی سوال آتا ہے
اپنی کم مایگی کا اِس کو خیال آتا ہے

۵۸

مدح کیا اس کی ہو جو آپ ہو ممدوحِ خُدا
جس کی مدحت کے لیے عرش سے قرآں اُترا
جس کی تخلیق سے پہلے تھا وہ عالم ہو کا
جو ہوا خلق وہ بس اس کے ہی ہونے سے ہوا
جب مکیں ہی نہیں ہوتا ، تو مکاں کیا ہوتا
جب وہ ہستی ہی نہ ہوتی ، تو جہاں کیا ہوتا

۵۹

بحرِ رحمت ، کرم و جود کے دریا یہ ہیں
ساری دنیا ہے غلام ان کی ، وہ آقا یہ ہیں
جن کا ہمتا نہیں موجود ، وہ یکتا یہ ہیں
شاہِ لولاک ہیں ، تخلیق کا منشا یہ ہیں
کسی انسان نے پایہ تو یہ پایا بھی نہیں
ان کا ثانی ہو کہاں ، ان کا تو سایا بھی نہیں

۶۰

علم کا شہر محمدؐ ہیں تو ، پھر در ہیں علیؑ
وہ پیمبر ہیں تو پھر نفسِ پیمبر ہیں علیؑ
دین و دنیا میں محمدؐ کے برادر ہیں علیؑ
اور اُنہیں کے تو کمالات کے مظہر ہیں علیؑ
کس نے تعلیم کیے علم کے باب ایک ہزار
کس پہ ہر باب کھُلے ، علم کے باب ایک ہزار

۶۱

وہ اگر حق کے ولی ہیں ، تو ولی یہ بھی ہیں
وہ پیمبر ، تو پیمبر کے وصی یہ بھی ہیں
عالمِ نور میں جو وہ ہیں ، وہی یہ بھی ہیں
وہ گُلِ گلشنِ ہاشمؑ ، تو کلی یہ بھی ہیں
ایک ہی ذات کی آغوش کے پالے دونوں
ابوطالبؑ کی نگاہوں کے اُجالے دونوں

۶۲

جب سے قرآن پڑھا ، تب سے ولی کہتے ہیں
ذُوالعَشیرہ سے پیمبر کا وصی کہتے ہیں
حُکمِ خالق سے بہ تائیدِ نبیؐ کہتے ہیں
جو بھی جو ہوتا ہے ، ہم اس کو وہی کہتے ہیں
کہا معصوم نے جس روز سے اولیٰ ان کو
ہم بھی کہنے لگے اُس روز سے مولا ان کو

۶۳

ع ہے عینِ علی ، عینِ عبادت دیکھو
ابتدا کعبہ سے ، مسجد میں شہادت دیکھو
علم کے شہر کا در ہے ، درِ دولت دیکھو
قاضیِ باز و کبوتر ہے عدالت دیکھو
ایسی اک ضرب بھی وقتِ گزراں ٹھہری ہے
جو دو عالم کی عبادت سے گراں ٹھہری ہے

۶۴

ایسا عالم تو کوئی عالمِ امکاں لائے
جس سے خود علم بھی دستارِ فضیلت پائے
دولتِ حُسنِ یقیں اتنی میسّر آئے
لو کُشف کہہ کے جو پردوں کو اُلٹتا جائے
منبرِ مسجدِ کوفہ پہ نظر جاتی ہے
اسی منبر سے سلونی کی صدا آتی ہے

۶۵

سارے عالم میں ہے مشہور انہیں کی سرکار
روٹیاں لینے مَلک آئے ہیں در پر کئی بار
اک زمانہ پہ ہَویدا ہے یہ اس گھر کا شعار
ایک روٹی کی جگہ بخش دیں اونٹوں کی قطار
جام قاتل کو دم تشنہ دہانی دے دیں
پیاسا لشکر بھی ہو دشمن کا، تو پانی دے دیں

۶۶

بُت شکن ہاتھ جنہیں حق نے کہا، دستِ خدا
کَرمَ اللہ کا، نظروں کی عبادت چہرہ
وہ زباں جس سے تھا معراج میں خالق گویا
جس کا اللہ کے گھر میں ہوا جینا، مرنا
ایسے بندے کو بھلا دَہر میں کیا کہتے ہیں
ہنس کے بولے یہ نُصیری کہ خدا کہتے ہیں

۶۷

جیسا دنیا میں کوئی بھی نہیں ، ویسے ہیں علیؑ
چھینک بکری کی تھی دنیا جنہیں ، ایسے ہیں علیؑ
ایک بھی ویسا دکھاؤ ہمیں ، جیسے ہیں علیؑ
بزمِ اصحاب پیمبر ہو تو ، کیسے ہیں علیؑ
جیسے پتّوں میں کوئی پھول ہوا کرتا ہے
جیسے ''محسوس میں معقول''☆ ہوا کرتا ہے

۶۸

کوئی منزل ہو الگ سب سے انہیں کا ہے مقام
ہے وہی نہجِ بلاغت جو علیؑ کا ہے کلام
وصیِٔ ختم رُسل ، ہادیِٔ دیں ، پہلے امام
سب کمالات پہ یہ فخر محمدؐ کے غلام
ان کے اوصاف لکھے سوچ کے کچھ چھوڑ دیا
اور پھر کاتبِ قدرت نے قلم توڑ دیا

۶۹

چشمِ احساس کی قدرت کا مزہ آئے گا
کس قدر حُسنِ عقیدت کا مزہ آئے گا
نام لوگے تو محبّت کا مزہ آئے گا
دل سے لوگے تو قیامت کا مزہ آئے گا
جو کہا کرتے ہو ، پھر آج وہی کہہ ڈالو
شدتِ جوش سے اِک بار علیؑ کہہ ڈالو

☆بوعلی سینا کا قول

۷۰

جب زباں تذکرۂ آلِ عَبا تک پہنچی
منقبت نام رکھا ، اہلِ خدا تک پہنچی
تھی وفا کیش ، تو اربابِ وفا تک پہنچی
مرثیہ پڑھتی ہوئی کرب و بلا تک پہنچی
ذکرِ مظلوم نے کیا عُمرِ سعادت دے دی
کربلا نے سدا جینے کی بشارت دے دی

۷۱

اس نے دم سازیٔ مظلوم سے پایا ہے فراز
ذکرِ مظلوم نے پیدا کیے کیا سوز و گداز
ساری دنیا کی زبانوں میں ہے سب سے ممتاز
کربلا نے اسے اِک اور بھی بخشا اعزاز
اتنا سرمایۂ دیں اور کسی میں بھی نہیں
سخنِ اسلام پہ اتنا عربی میں بھی نہیں

۷۲

مجلسوں میں گئی اردو ، کُھلی قسمت اس کی
ذکرِ شبّیر سے بڑھنے لگی وقعت اس کی
رات دن ایسے بدلنے لگی حالت اس کی
ہوگئی کچھ تو دلوں پر بھی حکومت اس کی
ساتھ ذاکر کے معزز ہوئی ، منبر پہ گئی
ایک ہی در تھا سخی کا ، یہ اُسی در پہ گئی

۷۳

وہ ہماری ہی مجالس کا تھا اعلیٰ معیار
پاک و پاکیزہ فِضا ، بزم نَفاست آثار
سامعیں ایسے کہ سب حُسنِ سماعت کا وقار
خوش سیر ، نیک قدم ، نیک مَنِش ، خوش اَطوار
نکتہ ہائے سخن و حُسنِ بیاں کو سمجھیں
چشم و ابرو کے اشاروں کی زباں کو سمجھیں

۷۴

جال افکار کے رشتوں سے وہ بُننے والے
وقت گُل گشت سخن پھولوں کو چُننے والے
ایک اِک لفظ پہ سر اپنا وہ دھُننے والے
اب نہ موجود وہ ذاکر ہیں ، نہ سننے والے
وہ سخن فہم زمانے میں کہاں باقی ہیں
آج بھی جن کی سماعت کے بیاں باقی ہیں

۷۵

شعر لوگوں کی توجہ کا ہدف رہتا تھا
بیت بازی ہی سے دن رات شغف رہتا تھا
شوقِ اردو تھا کہ دیوان بکف رہتا تھا
اِک ادب تھا کہ جو معیارِ شرف رہتا تھا
دیتے تھے دادِ ہنر شکرگزاروں کی طرح
مرثیے حفظ تھے قرآن کے پاروں کی طرح

۷۶

واقفِ رسمِ عزاء کارِ محرّم میں شریک
بن کے نوحے کی صدا ہے صفِ ماتم میں شریک
ہے ہر اِک حال میں ہر دیدۂ پُرنم میں شریک
سب زبانوں سے زیادہ ہے یہ اس غم میں شریک
نہ تو غزلوں کی طرح اور نہ قصیدوں کی طرح
کارِ تبلیغ کیا عجم کے نوحوں کی طرح

۷۷

ایک مجلس ہوئی معصوم کے گھر میں برپا
جس میں دعبل نے پڑھا مرثیہ آلِ عبَا
بی بیاں گھر کی پسِ پردہ تھیں مصروفِ بُکا
کہتے تھے سیّد سجّادؑ کہ ہَے ہے بابا
مرثیہ گو سَرِ منبر تھا ، بیاں عرش پہ تھا
اور امام اپنے زمانے کا اُسی فرش پہ تھا

۷۸

محو ہوگی نہ زمانے سے یہ رودادِ اَلَم
حشر تک ہوتا رہے گا یونہی شبیرؑ کا غم
مرثیے لکھتے رہیں گے یونہی اربابِ قلم
یہ تو وہ غم ہے جو ہے دل کے صحیفوں پہ رقم
اس کی تدریج میں دستورِ وفا شامل ہے
اس کی ترویج میں زہراؑ کی دُعا شامل ہے

۷۹

کربلا میں جو بپا ہے ، وہ قیامت دیکھو
سب سے کم عُمر مجاہد کی ، وہ نصرت دیکھو
باپ کے ہاتھوں پہ بچے کی شہادت دیکھو
ارضِ مقتل پہ وہ اک ننھی سی تربت دیکھو
صبر و ایثار کی اک آخری منزل ہے یہ قبر
جسمِ گیتی میں دھڑکتا ہوا اک دل ہے یہ قبر

۸۰

گلشنِ فاطمہؑ زہرا کی وہ نوخیز کلی
جنگِ عاشور کا فاتح ، وہ سعیدِ اَزلی
مصحفِ ناطقِ معصوم کا اک حرفِ جلی
سب سے چھوٹا ہی سہی ، ہے تو اِسی گھر کا علیؑ
آج تک چشمِ تصور کو بھی حیرانی ہے
کربلا یہ تری سب سے بڑی قربانی ہے

۸۱

دین کا کام سرانجام کیا ہے اس نے
اوج پہ پرچمِ اسلام کیا ہے اس نے
عام شبیرؑ کا پیغام کیا ہے اس نے
باپ دادا کا بڑا نام کیا ہے اس نے
اور اِک فضل ہے ، اَفضالِ ابوطالبؑ میں
فخرِ اسلاف ہے یہ آلِ ابوطالبؑ میں

۸۲

اس نے جب راہِ شہادت میں شہادت پائی
گھر میں شبیرؑ ، کے اک اور قیامت آئی
ماں کو تقدیر نے ہر منزلِ غم دکھلائی
گود ویراں ہوئی ، جھولے میں اُداسی چھائی
اپنے سینے سے تصوّر میں لگاتی ہے کبھی
اور خیالوں میں اُسے جھولا جھلاتی ہے کبھی

۸۳

کبھی جھولے میں نظر کی ، کبھی دیکھی آغوش
کبھی چلّائی ، کبھی ہوگئی گُم سُم ، خاموش
روتے روتے کبھی اصغرؑ کو ، ہوئی ہے بےہوش
جاں‌ستاں بارِ غمِ اصغرِؑ ناداں بردوش
غش میں رہتی ہے کبھی ہوش میں آجاتی تھی
چین دن کو نہ اسے رات کو نیند آتی تھی

۸۴

وہ تھی اور زندگی بھر اصغرِؑ معصوم کی یاد
آہ کی دل نے ، کبھی آئی لبوں پر فریاد
گھر بھی آباد تھا اور گود بھی جس سے آباد
ہائے وہ بچھڑا تو سب کچھ ہی ہوا ہے برباد
اپنے پہلو میں جو اصغرؑ کو نہیں پاتی ہے
ماںتا بےبس و بےآس تڑپ جاتی ہے

۸۵

دشت کی دھوپ میں واں سوتا ہے اصغرؑ معصوم
مستقل قید ہے زنداں میں سکینہؑ مظلوم
کتنی مدّت رہی ماں دھوپ میں کیا ہو مرقوم
زندگی بھر رہی ان دونوں کے غم میں مغموم
جان بچوں کے لیے شام و سحر کھوتی تھی
کبھی اِس کے، تو کبھی اُس کے لیے روتی تھی

۸۶

جب کوئی کہتا کہ کچھ دیر تو سائے میں رہو
سختیاں دھوپ کی اس جانِ حزیں پر نہ سہو
سیلِ اشکِ غمِ جاں کاہ میں اتنا نہ بہو
کب سے چپ بیٹھی ہو، لب کھولو ذرا، کچھ تو کہو
وہ یہ کہتی تھی کہ اصغرؑ بھی مِرا دھوپ میں ہے
اور سکینہؑ کی بھی تربت بخدا دھوپ میں ہے

۸۷

جہاں سوتی ہے سکینہؑ، مِرے گھر کی زینت
دھوپ سر پر ہے، نہیں شام کے زنداں پہ چھت
دشت کی دھوپ میں اصغرؑ کی مِرے ہے تربت
یوں مِرے دل کو میسّر نہیں ہوتی راحت
دھوپ میں وہ ہیں، تو مَیں چین کہاں پاؤں گی
مَیں بھی اب دھوپ سے سائے میں نہیں جاؤں گی

اپنے معصوموں کو دل سے نہ بھلایا اک دن
راس سایہ تو کبھی ماں کو نہ آیا اک دن
ہائے تقدیر نے یہ وقت دکھایا اک دن
دھوپ سے ماں کو جو اصغرؑ کی اٹھایا اک دن
ایک بیمار یہ لے کر غمِ تازہ اٹھا
ماں نہیں اٹھی مگر ماں کا جنازہ اٹھا